یداللہ علی الجماعۃ۔ ترمذی
لا جماعۃ الا بامارۃ۔ دارمی

بانی: مجتہد العصر مفتی دوران حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی
بیاد سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی

ہفت روزہ
تنظیم اہلحدیث
لاہور

جماعت اہلحدیث کا خصوصی ترجمان

مدیر مسئول
حافظ محمد جاوید روپڑی

نگران اعلیٰ
حافظ عاصم ارسلان روپڑی

جلد 56 | جمعۃ المبارک | 8 محرم 1434ھ 23 تا 29 نومبر 12ء | شمارہ 45 | فون 7656730 فیکس 7659847

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی ہمشیرہ سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟

شیعہ کی معتبر کتاب انارۃ البصائر صفحہ ۲۹۷ میں ہے کہ: جناب سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلائے معلّی میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو فرمایا: ''اے بہن جو میرا حق تم پہ ہے، اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو، پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہو، جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا، اس طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔''

کیا شیعہ حضرات!

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس وصیت کا احترام کریں گے؟

جامعہ اہل حدیث کا ویب سائٹ ایڈریس www.jaamia.com

حافظ نصر اللہ بھٹی

محرم کے روزے

ماہ محرم میں ایسی ایسی رسوم و بدعات رونما ہوتی ہیں جن کا قرآن و حدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ آج تک ہمیں اس چیز کی سمجھ نہیں آئی کہ شہادت حسین کا کجیوں، ٹھوٹھیوں سے کیا رشتہ ہے؟ جیسے ہی 10 محرم کا سورج طلوع ہوتا ہے عورتیں اور مرد کجیوں میں دودھ، حلوہ یا کھیر بھرتے ہیں اور بچوں میں بانٹنا شروع کر دیتے ہیں، ارے خناس یہ تو بتاؤ کہ ان چیزوں کا شہادت حسین سے کیا تعلق ہے؟ بعض کہتے ہیں چونکہ اس دن امام حسین کو پانی نہیں ملا تھا۔ پھر یہ کہاں کی محبت کہ وہ بھوکے، پیاسے شہید ہوں اور تم نیاز حسین کے نام پر گلشرے اڑاتے ہو۔ ایسے عقیدت مندوں سے اگر پوچھا جائے، کیا امام حسین نے محرم کے مہینہ میں یہ کام کیے تھے تو یقیناً جواب نفی میں ہوگا اور حسین کے نانا کی سنت کیا ہے؟ وہ تو محرم کے مہینے میں روزے کو پسند فرماتے تھے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ کائنات کا امام محمد ﷺ اس دن روزہ رکھے اور روزہ رکھنے کا حکم دیں۔ بتلائیں کیا نبی کے فرمان کے مطابق روزہ رکھنا افضل ہے یا اپنی من گھڑت رسم پر عمل کرنا بہتر ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ: ”سُئِلَ اَیُّ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ بَعْدَ الْمَکْتُوْبَۃِ وَاَیُّ الصِّیَامِ اَفْضَلُ بَعْدَ شَھْرِ رَمَضَانَ قَالَ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ وَاَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ شَھْرِ رَمَضَانَ صِیَامُ شَھْرِ اللّٰہِ الْمُحَرَّمْ۔“ [صحیح مسلم] ”رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا فرض نماز کے بعد کون سی نماز افضل ہے اور ماہ رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا رات کی نماز اور روزے محرم کے۔“

محرم کے دنوں میں روزے رکھنا پیغمبر بے مثال حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے اور فرضیت رمضان سے قبل عاشوراء کا روزہ فرض تھا لیکن جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو عاشورہ کا روزہ نفلی قرار پایا۔ نبی ﷺ کو اس روزے سے اس قدر محبت تھی کہ آخری عمر تک یہ روزہ رکھتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ: ”حِیْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّہٗ یَوْمٌ یُعَظِّمُہُ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاِذَا کَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ وَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صُمْنَا الْیَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ یَاتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰی تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ“ [صحیح مسلم]

”رسول اللہ ﷺ نے جب عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس روزے کے رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ دن تو ایسا ہے کہ یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ان شاء اللہ ہم نویں (۹) محرم کا روزہ رکھیں گے، پس اگلا سال نہ آنے پایا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔“ دین اسلام تو آپ ﷺ کی زندگی میں ہی مکمل ہو چکا تھا، بھلا اسلام میں ایسی بدعات و خرافات کا تمہیں کس نے حکم دیا ہے؟

اللہ رب العزت ہمیں بدعت و خرافات کو چھوڑ کر کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

ہفت روزہ
تنظیم اہلحدیث لاہور

مدیر مسئول
حافظ محمد جاوید روپڑی

جلد 56 ☆ شمارہ 45
یکم محرم ☆ 1434ھ
16 نومبر ☆ 2012ء
C.P.L - 104

فون: 7670968 / 7656730 فیکس: 7659847

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید
مدیر انتظامی: حافظ عبدالوہاب روپڑی
معاون مدیر: حافظ عبدالجبار مدنی
نائب مدیر انتظامی: مولانا عبداللطیف حلیم
مینجر: شہادت طور
0300-4583187
کمپوزنگ/ڈیزائننگ: وقار عظیم بھٹی
0300-4184081

فہرست

اداریہ 3
الاستفتاء 5
تفسیر سورۃ النساء 9
مشاہیر کا ماتم اور اسلام 11
محرم الحرام عزت وحرمت کا مہینہ 13
اسلامی سال آغاز ماہ محرم سے کیوں؟ 16
شہادت حسینؓ 18

زر تعاون

فی پرچہ - 7 روپے
سالانہ - 400، روپے
بیرون ممالک 200 ریال، (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمٰن گلی نمبر 5
چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ

پروفیسر میاں عبدالمجید

فساد فی الارض اور اس کا علاج

آج پورا کرۂ ارض دہشت گردی، افراتفری، ذہنی خلفشار، انجانے خوف، معاشی تفکرات اور طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ وطن عزیز پاکستان ان ذہنی پریشانیوں میں دیگر ممالک سے بھی بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ کی پوری سرزمین اس وقت "ظهر الفساد فی البر والبحر" کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ آج انسان اپنی اس تباہی و بربادی کا آپ ذمہ دار ہے کیونکہ فساد فی الارض کسی خارجی سبب سے نہیں بلکہ "کسبت ایدی الناس" یعنی انسان کے اپنے کرتوتوں کے باعث بپا ہے۔ پوری دنیا کو چھوڑیے ہم صرف اپنے ملک کے باسیوں کے اعمال پر نگاہ دوڑائیں حب زر کی ایسی دوڑ لگی ہوئی ہے کہ تمام دینی، اخلاقی، انسانی اقدار کو پامال کرنا ہر طبقہ زندگی نے وطیرہ بنایا ہوا ہے حکمران قومی خزانے پر یوں ٹوٹ رہے ہیں کہ یہ موقع غنیمت ہے آئندہ نسلوں کے لیے بھی دولت اکٹھی کر لو۔ اپنے ہی ملک کے شہریوں پر چڑھائی کے عوض ڈالر، اپنے مالک کے باسیوں کو امریکہ کے درندوں کے حوالے کرنے کے عوض ڈالر، انڈیا کو پاکستان کی طرف آنے والے دریاؤں پر سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ڈیم بنانے کی اجازت دینے کے عوض ڈالر، اپنے دور حکومت میں پاکستان کی معاشی بہبود کے لیے انتہائی مفید کالاباغ ڈیم نہ بننے کے عوض ڈالر، ادھر اندرونی اور بیرونی قرضوں کی بھرمار جس کا غالب حصہ حکمرانوں کی جیبوں میں جاتا ہے، کرنسی نوٹوں کی دھڑا دھڑ چھپائی اور جب لوٹنے کھسوٹنے کو کچھ نہیں بچا تو جیسے کسی گھر میں کوئی ایسا ڈاکو آجائے جسے گھر والوں سے دشمنی بھی ہو تو وہ مال و دولت لوٹ کر گھر کے باقی سامان کو آگ لگا دیتا ہے اسی طرح لوٹ مار کے بعد اداروں کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے۔

ملک بھر میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں سب سے آرام دہ اور سستا ذریعہ ٹرین ہے۔ اس ادارے کو تباہ و برباد کر دیا، ٹرینوں کی اکثریت ختم جو چند ٹرینیں چل رہی ہیں ان کا کوئی ٹائم ٹیبل ہی نہیں، کسی مسافر کو معلوم نہیں کہ لاہور سے کراچی جانے والی گاڑی کس جنگل میں جا کر کھڑی ہو جائے کہ انجن کا ڈیزل ختم ہے اور ڈیزل خریدنے کے لیے محکمے کو حکومت رقم بھی نہیں دیتی۔ ٹرینوں کے بعد اب پی، آئی، اے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں کہ جاتے جاتے اس ادارے کو بھی تباہ کر کے ہی جائیں۔ سیاست خدمت کی بجائے منافع بخش کاروبار ہے۔ افسران رشوت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے، ڈاکٹر اگر سرکاری ہسپتال میں دیانتداری سے مریضوں کو دیکھے گا تو اس کے پرائیویٹ ہسپتال

میں کون آئے گا؟ استاد اگر کلاس میں بچوں کو محنت و مشقت سے پڑھائے گا تو اس کی اکیڈمی کیسے چلے گی؟

قوم کا عالم اگر لوگوں کو خالص قرآن و سنت کی تعلیم دے کر ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرے گا تو اس کا قبوری اور تقلیدی نظام زمین بوس ہو جائے گا اگر ملاں کے پیٹ کو لیٹر بکس بنا کر ایصال ثواب بزنس ختم کیا گیا تو اسکا سارا بزنس خسارے میں چلا جائے گا۔ اگر پیری مریدی مصنوعی تصوف، چلاکشی، تعویذ گنڈے کو ترک کیا گیا تو یہ پیروں اور قبروں کا بزنس ختم ہو جائے گا۔ تاجر اگر ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹنگ، مصنوعی کساد بازاری، ملاوٹ، ہیرا پھیری، کذب بیانی، دھوکہ دہی نہ کرے گا تو اس کی تجوریاں مال و دولت سے کیسے بھریں گی؟ وکیل اگر مؤکل کی صحیح راہنمائی کرے اور جھوٹے مقدمے بازی، جھوٹی گواہی سے روکے گا تو اس کا کاروبار کیسے چلے گا؟

چنانچہ آج وطن عزیز پاکستان میں دیکھ لیں حکمران، سیاستدان، افسران، دنیادار علماء، استاد، ڈاکٹرز، وکلاء، بینک، جدھر نگاہ دوڑاؤ مال حرام اکھٹا کرنے میں ایک سے ایک بڑھ گئے ہوئے ہیں، تھانے عوام کی دادرسی کی بجائے بے گناہوں کے لیے عقوبت خانے اور مجرموں کے لیے گیسٹ ہاؤس بنے ہوئے، عدالتوں میں انصاف سر عام نیلام ہو رہا ہے، گداگری ایک وقت کے فاقے کو ٹالنے کی بجائے ایک منافع بخش پیشہ بنا ہوا ہے، شہروں کے ہر چوراہے پر بنی ٹھنی لڑکیاں سر عام دعوت گناہ دے رہی ہیں، عریانی، فحاشی، بے حیائی، شراب، جوا، کوئی عیب نہیں بلکہ بزنس یا بزنس کی تشہیر کے ذرائع ہیں۔

جب نام نہاد مسلمان معاشرہ ایسی تصویر پیش کرے اور قرآن اس معاشرے کے نہ تھانے میں نہ پارلیمنٹ کے ایوانوں میں نہ عدالت میں نہ پنچایت میں نہ ان کے کلچر میں کسی جگہ بھی قرآن کی تعلیم نہ ہو بلکہ تعلیمات قرآنی سے ہر جگہ اعراض ہو تو پھر قرآن کے الفاظ میں:

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ ۝ قال رب لما حشرتنی اعمیٰ ۝ وقد کنت بصیرا ۝ قال کذالک اتتک ایتنا فنسیتھا و کذالک الیوم تنسیٰ ۝

''جو لوگ ہمارے ذکر (قرآن) سے روگردانی کرتے ہیں ہم ان کی دنیا کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں یعنی ذہنی سکون چھین لیتے ہیں اور قیامت کے دن انہیں اندھا کر کے اٹھائیں گے اس دن وہ کہے گا اے میرے اللہ مجھے اندھا کیوں کھڑا کیا ہے حالانکہ میری تو آنکھیں سلامت تھیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے پاس میری آیات (احکام) آئے تو نے ان کو بھلا چھوڑا، اسی طرح آج ہم تمہیں (جہنم میں پھینک کر) بھلا دیں گے''

قرآن مجید اور احادیث رسول اکرم ﷺ کثرت سے اس فساد فی الارض کو ختم کرنے کے لیے موجود ہیں میں اشارۃً چند احادیث مبارکہ کا ترجمہ یا مفہوم پیش کر رہا ہوں اگر ہم ذہنی سکون، معاشرتی اور تمدنی فلاح، معاشی خوشحالی چاہتے ہیں تو اس کا علاج ان احادیث پر عمل کرنے سے ممکن ہے۔

(۱) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (۲) تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔
(۳) جس نے دھوکہ دیا (ملاوٹ کی) وہ ہم میں سے نہیں۔ (۴) ایسا مومن تاجر جو گاہک سے سچ بولتا ہے، ایمانداری کا مظاہرہ کرتا ہے وہ (قیامت کے روز) نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ ہوگا۔ (۵) حکمران کا عدل و انصاف حکومت کرنے کا ایک دن عابد کی سو سالہ عبادت سے بہتر ہے۔
(۷) باہم ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو اس طرح محبت بڑھتی ہے۔ (۸) تم میں سے سب سے اچھے وہ ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے۔
(۹) سلام پھیلاؤ، صلہ رحمی کرو، کھانا کھلایا کرو، رات کی تنہائی میں جب لوگ سو رہے ہوں تو اللہ کے حضور نماز میں کھڑے ہو جایا کرو بے روک ٹوک جنت میں جاؤ گے۔ (۱۰) دنیا کی محبت ساری برائیوں کی جڑ ہے۔ (۱۱) جو شخص یہ پرواہ نہ کرے کہ اس نے مال کہاں سے کمایا ہے (حرام حلال کی تمیز نہ کرے) اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ اسے کہاں سے جہنم میں ڈالے۔ (۱۲) مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ (اب تیری مرضی ہے اللہ کے کنبے سے کیا معاملہ کرتا ہے)
۱۳۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا اللہ پاک اس کی حاجت روائی کرے گا۔ ۱۴۔ جھوٹ اور ایمان ایک دل میں اکھٹے نہیں ہو سکتے۔
۱۵۔ سود خوری اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ (القرآن)

اب یہ ہماری مرضی ہے کہ اس معاشرے کو امن و سکون، محبت و پیار، عدل و انصاف کا گہوارہ بنائیں یا جس دلدل میں زندگی بسر کر رہے ہیں اسی پر اکتفا کر کے دنیا اور آخرت کو برباد کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی توفیق بخشے اور ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

☆..........☆..........☆

الاستفتاء

مفتی عبیداللہ خاں عفیف

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز خطبہ

اس ایمان افروز اور عقیدہ سدھار خطبہ سے جہاں خلیفہ رسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت جھلک رہی ہے وہاں یہ خطبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حق گوئی، صدق بیانی۔ حقیقت طرازی اور راستبازی کا بھی شہکار ہے۔ پڑھیے اور ان دونوں بزرگوں میں باہمی الفت و محبت اور یگانگت کا اندازہ لگایئے۔ عفیف

سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا گزر ایک جماعت کی طرف (کوفہ میں) ہوا۔ جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کرتے اور ان کی شان میں کچھ نقص ظاہر کرتے تھے۔ پس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے بیان کیا کہ یا امیرالمؤمنین آپ کے چند لشکریوں کی طرف میرا گذرا ہوا تو وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں ایسی باتیں بیان کر رہے تھے جو ان دونوں بزرگوں کی رفعت شان کے لائق نہیں ہیں اور شاید ان کو یہ جرأت اس گمان پر ہے کہ آپ کے دل میں بھی ان بزرگوں کی طرف سے یہی خیال ہے۔ ورنہ علانیہ اس طرح کیونکر بیان کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اعوذ باللہ اعوذ باللہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ اللہ کی پناہ اس امر سے کہ میں ان کے بارے میں اپنے دل میں کوئی برائی مضمر کروں۔ بلکہ میں تو ان کے متعلق اپنے دل میں وہی محبت رکھتا ہوں جو نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہے اور جو کوئی ان کی طرف سے سوائے بہتری و خوبی کے کوئی بات اپنے دل میں چھپائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ وہ دونوں تو رسول اللہ ﷺ کے صحابی، برادر اور وزیر تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔ پھر اسی طرح آبدیدہ روتے روتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور چل کر مسجد میں داخل ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اچھی طرح تمکن سے اس پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت اپنی سفید ریش ہاتھ میں لیے ہوئے ریش (داڑھی) کی طرف نگاہ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ آ کر آپ کے گرد جمع ہوئے۔ پھر کھڑے ہو کر مختصر موجز اور بلیغ خطبہ سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا کہ بعض اقوام کی یہ کیا حرکت ہے کہ وہ (حضرت) ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہا) کو جو قریش (مہاجرین) کے سردار اور مسلمانوں کے باپ ہیں۔ ایسے نقص سے ذکر کرتے ہیں کہ میں اس سے بری اور بیدار ہوں اور ان لوگوں کو ایسی گفتگو پر سزا دوں گا۔ خبردار ہو جاؤ۔ قسم اس پاک عزوجل کی جس نے دانہ اگایا اور انسان پیدا فرمایا ہے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ سے وہی محبت کرے گا جو مومن متقی ہے اور ان دونوں سے وہی شخص بغض رکھے گا جو فاجر ردی ہے۔ ان دونوں نے کامل صدق و وفا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا حق صحبت ادا کیا۔ پھر کبھی رسول اللہ ﷺ کی رائے و حکم سے تجاوز نہ کیا درانحالیکہ امر بالمعروف کرتے رہے اور منکر سے منع کرتے اور غصے بھی ہوتے اور سزا بھی دیتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کی رائے سامی سے ہرگز تجاوز نہ کرتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کی رائے کے مثل کسی دوسرے کی رائے نہیں دیکھتے تھے (یعنی ان دونوں کی رائے پر کسی اور کی رائے کو ترجیح نہیں دیتے تھے، کیونکہ یہ دونوں بزرگ اصابت رائے میں اپنی مثال آپ تھے) اور رسول اللہ ﷺ ان دونوں سے جیسی محبت کرتے ویسی کسی سے نہیں رکھتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس حالت میں سفر آخرت اختیار فرمایا کہ ان دونوں سے بہت راضی تھے۔ (راضی کیوں نہ ہوتے کہ ان دونوں نے اطاعت گذاری اور وفاداری کا کوئی دقیقہ، وگذاشت نہیں ہونے دیا تھا) پھر ان دونوں نے اس حالت میں سفر آخرت اختیار کیا کہ سب مومنین ان سے بہت راضی تھے (کیونکہ ان دونوں نے الخلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ کے تقاضوں کی تکمیل میں کوئی رخنہ نہیں چھوڑا تھا) جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے (یعنی مرض وفات) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مومنوں کو نماز پڑھائیں۔ پس رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نو دن تک ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مومنوں کو نماز پڑھائی (جبکہ میں حاضر تھا غائب نہ تھا تندرست تھا بیمار نہ تھا۔ تاریخ الخلفا) اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے یہاں کی نعمت آپ ﷺ کے لیے پسند فرمائی تو مومنوں نے ابوبکر کو اپنا متولی خلیفہ رسول ﷺ (بلافصل) بنایا اور (مثل رسول اللہ کے) ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ سپرد کی اور خوشی کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت جس میں کسی قسم کی زبردستی ہرگز نہ تھی اور میں بنی عبدالمطلب میں سے پہلا شخص ہوں جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کا طریقہ شروع کیا۔ باوجودیکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خود اس خلافت کی خوشی نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ہم سے کوئی شخص اس کام کی کفایت کرے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد (میرے سمیت) جو لوگ باقی رہے تھے واللہ ابوبکر سب سے افضل اور بہتر تھے۔ رحمت صفت میں سب سے بڑھ کر رحیم تھے اور رافت میں سب سے افضل تھے۔ اور تقویٰ و دیانت میں سب سے بڑھ کر پرہیزگار تھے اور بعد رسول اللہ ﷺ کے سن میں بھی باقیوں سے بڑے تھے۔ اور ایمان لانے میں بھی سب سے مقدم تھے اور رأفت و رحمت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسی فضیلت رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو

میکائیل فرشتہ سے مشابہ فرمایا اور عفو و وقار میں ایسے بہتر تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ابراہیم خلیل اللہ سے مشابہ فرمایا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے قدم بقدم چلتے رہے یہاں تک اسی طریقہ پر چل کر منزل مقصود کو چلے گئے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔ پھر ان کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور میں ان لوگوں میں سے تھا جو ان کے خلیفہ ہونے پر پہلے سے راضی ہوئے تھے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے نظام کو حضرت رسول اللہ ﷺ کے اور ان کے یار غار کے طریقہ پر باحسن وجوہ بہت ٹھیک قائم رکھا۔ ہر ایک معاملہ میں انہیں دونوں سابقین کے نشان قدم پر چلتے رہے جیسے اونٹنی کے پیچھے اس کا بچہ قدم بقدم چلتا ہے۔ بلاشبہ واللہ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ شان تھی کہ مومنین وضعفا پر نرمی اور رحمت رکھنے والے اور مظلوموں کے مددگار تھے اور ظالموں پر سخت شدید تھے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے ہرگز نہ ڈرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حق ان کی زبان پر رواں فرمایا تھا۔ صدق ان کی ہر شان سے ظاہر اور عیاں تھا۔ حتیٰ کہ ہم لوگ گمان رکھتے تھے کہ کوئی ملک الٰہی عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتا ہے۔ جب وہ مشرف باسلام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اسلام کو عزت بخشی اور ان کی ہجرت مدینہ سے دین کا قوام ایسا مضبوط ہوا کہ مدینہ منورہ کے منافقوں کے دلوں میں ان کی طرف سے رعب اور خوف سما گیا، اور مومنوں کے دل ان کی محبت سے بھر گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو جبریل علیہ السلام سے تشبیہ دی۔ دشمنان خدا اور رسول اللہ ﷺ پر بہت سخت و شدید تھے (یعنی اشدآء علی الکفار رحماء بینھم کے کما حقہ مصداق تھے) اللہ تعالیٰ ان دونوں اصحاب پر رحمت فرمائے اور ہم کو انہی کے طریقہ پر چلا کر اپنی منزل مقصود کو پہنچ جانا نصیب فرمائے۔ اب ان دونوں کی مثل تمہارے واسطے کون ہے؟ آگاہ رہو کہ جو کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے وہ ضرور ان دونوں سے محبت کرے اور جو کوئی ان سے محبت نہ کرے تو واللہ اس نے مجھ سے بغض و دشمنی کی اور میں بھی ان سے بیزار ہوں۔ اگر میں نے پہلے سے یہ بات تم سے کہہ دی ہوتی تو اس وقت جب میں نے ان لوگوں کی یہ تنقیص اور ہرزہ سرائی سنی تھی تو بدگوؤں کو سخت سزا دیتا۔

آگاہ رہو کہ اگر آئندہ میں نے کسی بدگو کو ان دونوں بزرگوں کی بدگوئی کرتے سنا یا مجھے پتہ چلا اور بدگوئی ثابت ہوگئی تو اس پر وہ سزائے شدید قائم کرونگا جو مفتری کی حد ہے (یعنی بے گناہ اور پاکباز مرد اور عورت پر زنا کا بہتان لگانے والے کی اسی کوڑے) خبردار کہ اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ کو علم ہے بہتری کہاں ہے؟ اقول قولی ھذا استغفر اللہ لی ولکم

ابوسلیمان ہمدانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی سے روایت ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی۔ جو ہمارے شیعہ دوست دار ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ بدگوئی کریں گے، وہ رافضہ کہلائیں گے۔ وہ لوگ ہرگز ہمارے شیعہ نہیں ہیں ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کریں گے اور برا کہیں گے۔ تم ان کو جہاں کہیں پاؤ...... کہ وہ لوگ مشرک ہیں۔ (تلبیس ابلیس ص ۱۵۰ تا ۱۵۳ ولسان المیزان لابن حجر ج ۳ ص ۲۴ طبع وت تحت ذکر عبداللہ بن سبا)

تائید مزید: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت حسنہ کی صحیح عکاسی پر مبنی اس خطبہ کی تائید وتصویب فریق ثانی کی مستند کتابوں میں موجود ہے۔ ایک روایت بطور نمونہ کے پیش خدمت ہے۔ اس روایت سے یہ بات اچھی طرح کھل جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب سوائے اتفاق سے شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی افضلیت وفوقیت کی ناگوار بحث یار لوگوں کی کارستانی چھڑ پڑی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انار کی اس آگ کو فرو کرنے کے لیے شیخین کی افضلیت اور فوقیت کے اثبات میں حقیقت پسندی اور حق گوئی پر مبنی خطبات کا آغاز فرمایا۔ مگر جب یہ آگ فرو ہوتے نہ دیکھی تو اس کو کنٹرول کرنے کے لیے تہدیدی اور تعزیری سزاؤں کا برملا اعلان فرمادیا اور یہ وہ حقیقت واقعیہ ہے کہ جس کا فریق مخالف کے اکابر علماء کو اعتراف اور اقرار ہے جیسا کہ اس آیت میں یہ اعتراف اور اقرار عیاں راچہ بیاں کا مصداق ہے۔

لیجئے پڑھیے! عن سوید بن غفلة رحمه الله انه قال مررت بقوم ينتقصون ابابكر رضى الله عنه وعمر رضى الله عنه فاخبرت عليا رقلت لو لا انهم يرون انك تضمر ما اعلنوا ما اجترؤا على ذالك منهم عبدالله بن سبا و كان اول من اظهر ذالك فقال على رضى الله عنه اعوذ بالله رحمهما الله تعالىٰ ثم نهض واخذ بيدى وادخلنى المسجد فصعد المنبر ثم قبض على لحيته وهى بيضاء فجعلت دموعه تتحادر على لحيته وجعل ينظر للقاع حتى اجتمع الناس ثم خطب فقال ما بال اقوام يذكرون اخوى رسول الله ﷺ ووزيريه وصاحبيه وسيدى قريش وابوى المسلمين وانا برئ مما يذكرون وعليه اعاقب صحبا رسول الله ﷺ بالجد والوفا فى امر الله يأمران وينهيان ويقضيان ويعاقبان لايرى رسول الله ﷺ كرأيهما رأيا ولا يحب كحبهما حبا لما يرى من عزمهما فى امر الله فقبض وهو عنهما راض والمسلمون راضون فما تجاوزا فى امرهما وسيرتهما الحبة وبرئ النسمة لايحبهما الامومن فاضل ولا يبغضهما الاشقى

مارق وحبھما قربة وبغضھما مروق. (کتاب اطواق الحمامة ازامام موید باللہ یحییٰ بن حمزہ الزیدی درآخر کتاب ھذا تحفة اثناعشریہ ازشاہ عبدالعزیز محدث دھلوی ص ۱۸۱،۱۸۲)

حاصل کلام یہ ہے کہ سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا ایک قوم کے پاس گزر ہوا وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں تنقیص وحقارت بیان کررہے تھے میں نے جا کر علی رضی اللہ عنہ کو خبر کی اور کہا ان کا یہ خیال ہے کہ جس چیز کا انہوں نے اعلان کر رکھا ہے وہ بات آپ بھی اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہیں ورنہ وہ اس کی جرأت کیسے کرسکتے تھے اس قوم میں عبداللہ بن سبا بھی تھا۔ وہ شخص بھی ہے۔ جس نے شیخین (ابوبکر وعمر) رضی اللہ عنہما کی تحقیر وتنقیص اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برتری کا مسئلہ پیدا کیا تھا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اعوذ باللہ من ذالک۔ اللہ عزوجل ان دونوں پر رحم فرمائے۔ پھر آپ اٹھے اور مجھے پکڑ کر مسجد میں لے آئے۔ اور آپ منبر پر جلوہ افروز ہوگئے اور اپنی سفید ریش اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور آپ کی چشم گریاں سے آنسو آپ کی داڑھی پر موتیوں کی طرح جھلکنے لگے، آپ مسجد کے مکانات کی طرف اٹھا کر جھانکتے رہے۔ یہاں تک کہ لوگ مسجد میں جمع ہوگئے۔ پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کیا۔ اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو رسول اللہ ﷺ کے دونوں بھائیوں، دونوں وزیروں، دونوں رفیقوں اور قریش کے دونوں سرداروں اور مسلمانوں کے دونوں باپوں (شیخین) کا بدگوئی اور حقارت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

میں ان کی اس حرکت (بد) سے سراپا بیزار ہوں۔ جو کچھ وہ بکتے ہیں اس کی ان کو سزا دونگا۔ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بکوشش تمام پوری وفاداری کے ساتھ رہے اور اللہ عزوجل کے حکم کے موافق حکمرانی کرتے رہے نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے۔ اور خصومات کے فیصلے (شریعت کے موافق) کرتے تھے۔ اور سزائیں دیتے تھے۔ اور نہ آپ ﷺ ان دونوں جیسا کسی کو دوست جانتے تھے۔ اس لیے کہ دین کے معاملہ میں ان دونوں کی پختہ عزمی رسول اکرم ﷺ پر پوری طرح واضح تھی۔ آپ ﷺ ان دونوں سے بڑی خوشنودی کی حالت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پیارے ہوئے اور سارے مسلمان بھی ان سے بڑے خوش اور راضی تھے۔ اپنے دستور اور سیرت میں یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی رائے سامی سے سرمو متجاوز نہ ہوئے آپ ﷺ کی حیات میں بھی اور بعد از وفات بھی اور اسی حال پر دونوں وفات پاگئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان دونوں پر رحمت نچھاور فرمائے۔ قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جو دانہ کو اگا کر درخت کرتا ہے اور جان کو پیدا فرمایا۔ جو مومن بلند درجہ والا ہے ان دونوں سے محبت رکھتا ہے اور بے نصیب اور دین سے محروم شخص ہی ان کے ساتھ بغض اور بیر رکھتا ہے ان دونوں سے محبت قربت الٰہی ہے اور ان کے ساتھ دونوں بغض اور دشمنی سراسر بے دینی ہے۔

وفی روایة لعن اللہ من اضمر لھما الا الحسن الجمیل وستری ذالک ان شآء اللہ تعالیٰ ثم ارسل الی ابن سبافسیرہ الی المدائن وقال لاتساکنی فی بلدة ابدا.

(کتاب اطواق الحمامة فی مباحث الامامة امام موید باللہ یحییٰ بن حمزہ الزیدی بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ باب سوم دراحوال اسلاف شیعہ ص ۱۸۱، ۲۸۲) ایک دوسری روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر لعنت کرے جو ان دونوں کے متعلق اپنے دل میں نیکی اور خوبی کے سوا کوئی اور چیز چھپائے ہوئے ہے تو بہت جلدی ان شاء اللہ اس کا انجام دیکھے گا۔ پھر ابن سبا کو بلایا اور اس کو مدائن کی طرف نکال باہر کیا اور حکم دیا کہ تو میرے ساتھ ایک شہر میں ہرگز نہ رہ سکے گا۔

تائید مزید، حضرت علی کا خراج تحسین: **ومن کلام له لله بلاء فلان فقد قوم الاود وآء العمد خلف الفتنة واقام السنة ذھب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا وسبق شرھا، ادی الی اللہ طاعته واتقاہ بحقه رحل وترکھم فی طرق المتشعبة لا یھتدی، فیھا الضال ولا یستیقن المھتدی.** (نھج البلاغة حصه ۲ ص ۲۲۲)

فلاں شخص (ابوبکر صدیق) کی کارکردگیوں (مساعی جمیلہ) کی جزا (خیر) اللہ دے۔ انہوں نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا (معاشرے کی) مرض کا چارہ کیا، فتنہ وفساد کو پیچھے چھوڑ گئے۔ سنت کو قائم کیا، (صاف ستھرے دامن) اور کم عیبوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے (خلافت، عفیف) کی بھلائیوں کو پالیا اور اس کی شرانگیزیوں سے آگے بڑھ گئے۔ اللہ کی اطاعت بھی کی اور اس کا پورا پورا خوف بھی کھایا۔ خود چلے گئے اور لوگوں کو ایسے متفرق راستوں پر چھوڑ گئے۔ جن میں گم کردہ راستہ نہیں پاسکتا اور ہدایت یافتہ یقین تک نہیں پہنچ سکتا۔ ترجمہ مفتی جعفر حسین (خطبہ نمبر ۲۲۵ ص ۶۱۷)

تنبیہ: مفتی محمد عبدہٗ مصریؒ اور ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کی تحقیق کے مطابق فلاں سے مراد حضرت عمر فاروق ہیں۔ جبکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک حضرت صدیق اکبر کی ذات گرامی ہے **قد حذف الشریف صاحب النہج حفظالمذھبه لفظ "ابی بکر" والبت بدله "فلان" وتابی الاوصاف الا ابابکر ولھذہ الابھام اختلف الشراح فقال البعض ھو ابوبکر وبعض ھو عمر ورجح الاکثر الاول وھو الاظھر** (مختصر التحفة الاثنی عشریة ص ۱۳۳)۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نہج البلاغہ کے مولف نے اپنے مذہب کی حفاظت میں ابوبکر کے بدلے فلاں لکھ دیا مگر خطبہ میں مذکورہ ۱۰، اوصاف ابوبکر ہی

کے حق میں ہیں اور اکثر شارحین نے ابوبکر ہی کا نام لکھا ہے کہ مذکورہ دس اوصاف سے یہی ظاہر ترین ہے۔ تاہم بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام تجویز کیا ہے۔

مزید برمزید: عن اسید بن صفوان و کانت له صحبة بالنبی ﷺ قال لما توفی ابوبکر (الصدیق) رضی الله عنه و رجت المدینة بالبکآء دهش الناس کیوم قبض رسول الله ﷺ جآء علی بن ابی طالب مسرعا باکیا مسترجعا و هو یقول الیوم انقطعت خلافة النبوة حتی وقف علی باب البیت الذی فیه ابوبکر رضی الله عنه ثم قال رحمک الله یا ابابکر کنت اول القوم اسلاما و اخلصهم ایمانا و اکثرهم یقینا و اعظمهم غنآء و احدبهم علی الاسلام و احوطهم علی رسول الله ﷺ و آمنهم علی اصحابه و احسنهم صحبة و افضلهم مناقب و اکثرهم سوابقا و ارفعهم درجة و اقربهم من رسول الله ﷺ مجلسا و اشبههم به هدیا و سمتا و خلقا و دلا و اشرفهم منزلة و اکرمهم علیه و اوثقهم عنده فجزاک الله عن الاسلام و عن رسول الله ﷺ خیرا صدقت رسول الله ﷺ حین کذبه الناس فسماک الله فی کتابه صدیقا و ذکر الحدیث بطوله.

(اسد الغابة تحت تذکرہ اسید بن صفوان رضی الله عنه، ج ۱ ص ۹۱،۹۰ و الاستیعاب لابن عبدالبر ص ۱۸۹ ج بیروت و اسد الغابة تحت تذکرہ اسید بن صفوان ج ۱ ص ۲۳۸ و الخطیب بغدادی و ازالة الخفاء ج ۱ ص ۶۹ و تاریخ اسلام اکبرشاہ نجیب آبادی ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق وفات پا گئے تو اہل مدینہ گریہ زاری کرنے لگے اور اس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ مدہوش اور متحیر ہو گئے جتنا رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر ملال کے دن آپ کے فراق میں پریشان اور حیران ہو گئے تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ جلدی کرتے ہوئے بچشم گریاں اناللہ وانا الیہ پڑھتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا آج نبوت کی (بلافصل) خلافت اور نیابت ختم ہوگئی۔ اور جس مکان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نعش رکھی ہوئی تھی اس کے دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا اے ابوبکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ ساری قوم میں سے (میرے سمیت) اسلام لانے میں سابق تھے اور ایمان میں سب سے زیادہ مخلص تھے۔ اور یقین میں زیادہ محافظ تھے۔ اور سب سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہ کو امن وراحت پہنچانے والے تھے۔ صحابہ کے حق میں بلحاظ صحبت سب سے اچھے اور مناقب وفضائل میں سب سے افضل تھے۔ سبقت کے کاموں میں سب سے آگے تھے۔ اور درجہ میں سب سے بلند۔ بلحاظ مجلس سب سے زیادہ قریب رسول اللہ ﷺ کے آپ ہی تھے۔ سیرت میں، راست روی میں، مروت میں اور ادا میں تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے۔ مرتبہ میں باعزت اور تعظیم رسول میں سب سے آگے اور دوسروں کی بنسبت رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آپ زیادہ باوثوق اور قابل اعتماد واعتبار تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی حفاظت اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرنے کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی اس وقت تصدیق فرمائی جب لوگوں نے آپ کی تکذیب کی۔ آپ کی اس تصدیق کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھ دیا۔ پھر آگے لمبی حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے مزید اوصاف حمیدہ بیان فرمائے۔

نہج البلاغۃ کے شارحین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک نامہ نقل کیا ہے۔ جس میں آپ حضرت شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ) کے مناقب وفضائل ذکر کرنے کے بعد ان کی وفات حسرت آیات پر حضرت علیؓ کا رنج وغم میں شرابور حسب ذیل تبصرہ مندرج ہے۔ لعمری مکانهما لعظیم، ان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید رحمهما الله و جزاهما باحسن ماعملا (مختصر التحفة لاثنی عشریة عربی ص ۱۳۷) مجھے اپنی جان کی قسم، وہ دونوں بڑے عظیم المرتبت انسان تھے۔ ان کے انتقال کی مصیبت اسلام کے لیے بہت بڑا گھاؤ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے۔ ان دونوں کو ان کی مساعی جمیلہ کی بہترین جزآء مرحمت فرمائے۔ آمین

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ خطبات عالیہ پر کسی قسم کے تبصرہ کی ہم قطعاً ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ ہاتھ کنگن کو عارسی کیا؟ کے مصداق ہیں۔ ان میں تقیہ بازی کی جوت لگانی بھی ناممکن ہے کیونکہ ان خطبات کے وقت آپ خلیفہ وقت اور سیاہ وسپید کے مالک تھے۔ مزید برآں آپ بلا کے غیور وجسور حق گوئی کے پیکر اور راستبازی کے خوگر تھے۔ تاہم اتنا ضرور کہہ دیتے ہیں کہ ان خطبات عالیہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یکتائی ڈنڈھورچیوں کی ڈھولکی بیچ چوراہے کے پھوٹ چکی ہے۔

آج دعویٰ ان کی یکتائی کا باطل ہوگیا
روبرو ان کے جو آئینہ مقابل ہوگیا
ہوا ہے مدعی کا فیصلہ میرے حق میں اچھا
زلیخا نے کیا خود دامن پاک ماہ کنعاں کا

☆..........☆..........☆

تفسیر سورۃ النسآء

(قسط نمبر 50) **حافظ عبدالوہاب روپڑی** (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ)

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ο اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرلو، اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر (حملہ کرکے) تمہیں فتنے میں ڈال دیں گے، بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ (۱۰۱)

مشکل الفاظ کے معانی:

اِذَا ضَرَبْتُمْ: جب تم سفر کرو جُنَاحٌ: گناہ

عَدُوًّا: دشمن مُّبِیْنًا: واضح، کھلا

ماقبل سے مناسبت:

سابقہ آیات مبارکہ میں ہجرت کے فضائل اور مسائل بتلائے گئے تھے چونکہ ہجرت بھی ایک سفر ہے اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سفر میں نماز کے احکام کو بیان فرمایا ہے۔

التوضیح: وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ο انسان اور جنوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ο میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ (الذاریات: ۵۶)

عبادت الٰہی میں نماز کی بہت زیادہ اہمیت ہے حتیٰ کہ یہی مسلم اور کافر کے درمیان اُمر فارق ہے، یہ حالت امن، خوف، صحت، بیماری (جب تک عقل قائم ہے) یہ کسی صورت میں بھی معاف نہیں مگر بعض صورتوں میں اس کے اندر کمی کردی گئی ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے سفر میں خوف کے وقت نماز کی کمی کا ذکر اس لیے فرمایا کیونکہ عہد رسالت میں اہل اسلام کے سفر عموماً حالت خوف میں ہی ہوا کرتے تھے البتہ سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر سفر میں نماز قصر ہوسکتی ہے۔

نماز اور اس کی ابتدائی کیفیت:

ابتداء میں سفر اور حضر میں دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: فُرِضَتِ الصَّلٰوۃُ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ. (ابتدائے اسلام میں سفر اور حضر کی) نماز دو رکعت ہی فرض کی گئی تھی۔ [بخاری ابواب تقصیر الصلوۃ باب یقصر اذ خرج من موضعہ ج 6 ص 156 رقم الحدیث 1090 مسلم کتاب صلوۃ المسافرین باب صلوۃ المسافرین ج 3 جزء 5 ص 159 رقم الحدیث 685] پھر حضر کی نماز چار رکعتیں کردی گئیں اور سفر کی نماز دو رکعتیں اور خوف کی نماز ایک رکعت فرض کردی گئی۔ جیسا کہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں فَرَضَ اللّٰہُ الصَّلَاۃَ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکُمْ فِی الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَفِی السَّفَرِ رَکْعَتَیْنِ وَفِی الْخَوْفِ رَکْعَۃً. بیشک حضر کی نماز چار رکعت اور سفر کی نماز دو رکعت اور نماز خوف ایک رکعت اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے تم پر فرض کی۔ [مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب صلاۃ المسافرین ج 3 جزء 5 ص 161 رقم الحدیث 687]

نماز قصر اور امن:

عہد رسالت میں اہل ایمان کے سفر عموماً حالت خوف میں ہوتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں خوف کا ذکر کیا ہے حالانکہ حالت امن میں بھی رسول اللہ ﷺ نے نماز قصر پڑھی ہے۔ حضرت حارث بن وہبؓ بیان کرتے ہیں کہ منیٰ میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز قصر پڑھائی حالانکہ آپ بالکل حالت امن میں تھے۔ [بخاری کتاب التقصیر باب الصلاۃ بمنی ج 6 ص 151 رقم الحدیث 1083 مسلم

کتاب صلاۃ المسافرین باب قصر الصلاۃ بمنی ج 3 جزء 5 ص 168 رقم الحدیث 696]

صحابی رسول اور آیت مبارکہ:

یعلی بن امیہ بیان کرتے ہیں میں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ تم حالت خوف میں قصر کرو، اب تو ہم حالت امن میں ہیں تو عمر فاروقؓ نے مجھے جواب دیا کہ میں نے بھی اسی بات پر تعجب کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک صدقہ ہے لہٰذا تم اللہ کے صدقے کو قبول کرو۔[مسلم کتاب صلوۃ المسافرین باب صلوۃ المسافرین ج 3 جزء 5 ص 160 رقم الحدیث 686]

حالت سفر اور نمازوں کو جمع کرنا:

جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب کو مؤخر کر کے تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیرتے، پھر تھوڑی دیر بعد عشاء کی اقامت ہوتی تو آپ ﷺ دو رکعت پڑھتے اور سلام پھیر دیتے۔[بخاری کتاب تقصیر الصلاۃ باب تصلی المغرب ثلاثافی السفر ج 6 ص 158 رقم الحدیث 1092]

قصر کی مسافت: نماز قصر کی حد کی تعین میں کوئی واضح دلیل موجود نہیں، اسی لیے آئمہ کرامؒ اور محدثین کرامؒ کی اس میں مختلف آراء ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین دن کی مسافت پر نماز قصر کی جائے گی۔امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ چار برد یعنی اڑتالیس میل پر نماز قصر کرنے کے قائل ہیں جبکہ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ کم از کم سفر کی مسافت ایک دن اور ایک رات کا سفر ہے۔[بدائع الصنائع کتاب الصلاۃ فصل فی بیان مایسربہ المقیم مسافر ج 1 ص 160-159]

اکثر علمائے کرام حد سفر کی تعین میں حضرت انسؓ اور ابن عباسؓ کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور یہی چیز زیادہ صحیح اور راجح معلوم ہوتی ہے۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اِذَا خَرَجَ مَسِیْرَۃَ ثَلَاثَۃِ اَمْیَالٍ اَوْثَلَاثَۃِ فَرَاسِخَ. تین میل یا تین فرسخ (9 میل) کی مسافت پر نکلتے تو نماز قصر کیا کرتے تھے۔لیکن اس حدیث کے راوی شعبہ کو تین میل یا تین فرسخ میں شک ہے، اسی لیے علماء نے احتیاطاً 9 میل مراد لیا ہے۔[مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھاباب ج 3 جزء 5 ص 164 رقم الحدیث 691 سنن ابی داود کتاب الصلاۃ باب صلاۃ السفر ص 205 رقم الحدیث 1201]

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ بِغَیْرِ ذِیْ مَحْرَمٍ کسی مومنہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن کسی محرم کے بغیر سفر کرے [بخاری کتاب تقصیر الصلاۃ باب فی کم یقصر الصلوۃ ج 6 ص 154 رقم الحدیث 1087]

ایک روایت میں ہے کہ کوئی مومنہ عورت ایک دن اور ایک رات کا سفر بھی بغیر محرم کے نہ کرے۔[بخاری کتاب تقصیر الصلاۃ باب فی کم یقصر الصلاۃ ج 6 ص 154 رقم الحدیث 1088]

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں سے اتنی مسافت مراد ہے کہ جہاں سے ایک انسان پیدل سفر کر کے جائے اور اسی دن واپس آنے کی پیدل استطاعت نہ رکھتا ہو۔

نوٹ: بعض روایات میں مدینہ منورہ سے دور چھ میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ میں رسول اللہ ﷺ کا نماز قصر کرنا مذکور ہے، یہ سفری مسافت کی تحدید نہیں بلکہ ایک سفر میں نماز قصر کرنے کے مقام کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہ نماز آپ ﷺ نے دوران سفر اس مقام پر وقت ہو جانے پر ادا کی، اسی طرح ابن عباسؓ نے 48 میل سے کم مسافت پر نماز قصر کی ممانعت کا بیان ہونا صحیح سند سے ثابت نہیں کیونکہ اس کی سند میں عبدالوہاب بن مجاہد راوی متروک الحدیث ہے۔[کتاب المجروحین ج 2 ص 146۔میزان الاعتدال ج 2 ص 682] حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین میل کے فاصلے پر نماز قصر کرتے اور یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔اس کی سند میں ابوھارون ایدی (عمارہ بن جوین) راوی ہیں جو کہ متروک الحدیث ہے۔[تقریب التھذیب جلد القسم الأول ص 423 رقم الحدیث 4991]

نماز قصر کی ابتداء: شہری آبادی کی حدود ختم ہو جانے کے بعد نماز قصر کی جاسکتی ہے بشرطیکہ سفر 9 میل یا اس سے زیادہ کرنے کا ارادہ ہو۔حضرت علیؓ کوفہ سے سفر کے ارادہ سے نکلے، ابھی کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے تو آپؓ نے نماز قصر پڑھی تو پھر واپسی پر بھی آپ کو بتلایا گیا کہ کوفہ کے مکانات آپ کے سامنے ہیں تو آپ نے فرمایا جب تک ہم شہر (کی حدود) میں داخل نہ ہو جائیں نماز مکمل نہیں پڑھیں گے۔[بخاری کتاب تقصیر الصلاۃ باب یقصر اذاخرج موضعہ ج 6 ص 156 رقم الحدیث 1089]

(بقیہ ص:15)

مشاہیرؓ کا ماتم اور اسلام

حافظ عبدالغفار روپڑی

اسلام نے اپنے اعزہ واقارب اور اپنے اسلاف ومشاہیر پر ماتم کے لیے بین کرنے، بال نوچنے، منہ پیٹنے، چھاتی کوٹنے، کپڑے پھاڑنے اور اس قسم کی تمام حرکات جو بے صبری اور بے اطمینانی کو ظاہر کریں، ممنوع قرار دیں۔ چنانچہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیة. [بخاری ومسلم] ''جس نے منہ کو پیٹا، کپڑے پھاڑے اور جاہلیت کی آوازیں نکالیں یعنی بین کیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

غم اور صدمہ کے موقع پر نبی علیہ السلام کا اسوہ حسنہ یہ ہے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر فرمایا: القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی به ربنا [بخاری ومسلم]

''دل غمگین ہے آنکھوں میں آنسو جاری ہیں، لیکن زبان سے وہی لفظ کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو''۔

نیز اپنے نواسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے کی خبر وفات سن کر آپ ﷺ نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا: ان للہ ما اخذ وله ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب. [بخاری ومسلم] ''جو اللہ تعالیٰ نے لے لیا، وہ اس کا مال تھا اور جو اس نے دے رکھا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور ہر ایک کے لیے اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے پس صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو''۔

سرور کائنات ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کی وفات پر عورتوں نے رونا شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کوڑے مارنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو پیچھے ہٹایا اور عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: دیکھو! شیطانی آواز مت نکالو اور پھر فرمایا: انه ما کان من القلب والعین فمن اللہ وما کان من الید واللسان فمن الشیطان [مسند امام احمد]

''یعنی دل کا غم اور آنکھوں کے آنسو یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور انسانی ہمدردی اور محبت کا تقاضا ہے مگر ہاتھ سے پیٹنا، زبان سے بین کرنا یہ سب شیطانی افعال ہیں''۔

سرور کائنات ﷺ کی بیٹی کو وصیت:

کتاب جلاء العیون (شیعہ) فارسی مطبوعہ طہران میں ہے:

حضرت رسول اللہ ﷺ در مرض، آخر خود با فاطمہ گفت پدرد مادرم فدا تو باد۔ بفرست وشوہر خود را طلب فاطمہ امام حسن رضی اللہ عنہ را گفت بر و نزد پدر خود وبگو جد من، تو را اے طلبد چوں حضرت امیر حاضر شد۔ شنید کہ فاطمہ میگو یدز ہے الم واندوہ برائے شدت الم وآزاد تو اے پدر رسول ﷺ خدا فرمود دیگر شدت بر تو بعد از ہر دز نیست۔ بداں اے فاطمہ کہ برائے پیغیبر گریباں نمے باید درید روئے خود رانمے باید خراشید واویلا نمے باید گفت ولیکن بگو آنچہ پدر تو در وفات ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشماں مے گریند ودل بدرد مے آید گریم چیزیکہ موجب غضب پروردگار باشد۔ [جلاء العیون ص ۶۴]

اس کا اردو ترجمہ از شیعہ:

حضرت رسول ﷺ نے اپنے آخر مرض میں جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا، اے فاطمہ میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں اپنے شوہر کو بلا، جناب سیدہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا جاؤ، باپ سے کہو آپ کو نانا بلاتے ہیں جب جناب امیر تشریف لائے، سنا کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہیں اے پدر بزرگوار آپ کے شدت الم اور آزار سے کس درجہ مجھ پر اندوہ والم ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد پھر شدت تیرے باپ پر نہیں۔

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا واضح ہو کہ پیغمبر کے مرنے میں گریباں چاک نہ کرنا چاہیے اور بال نوچنے نہ چاہییں اور واویلا نہ کرنا چاہیے اور وہ کہنا چاہیے جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے مرنے پر کہا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل دردمند ہے اور میں وہ نہیں کہتا کہ موجب غضب پروردگار ہو۔ [جلاء العیون اردو مطبوعہ شیعہ بک ایجنسی لاہور نمبر ۱۱۱]

رسول خدا در ہنگام وفات بحضرت فاطمہ گفت ایفاطمہ چوں بمیرم روی خود درا برای من مخراش وگیسو پریشاں مکن واویلا گو دبر من نوحہ مکن و نوحہ گراں را مطلب۔ [جلاء العیون فارسی ص ۶۵]

حضرت رسول ﷺ نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا اے فاطمہ رضی اللہ

عنہا جب میں انتقال کر جاؤں، اس وقت تو اپنے بال میری جدائی میں نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا [جلاء العیون اردو ص ۱۲]

مسلمان بھائیو! یہ ہے فرمان رسول اللہ ﷺ ہر مسلمان کو اس کی اتباع کرنی چاہیے۔ اللہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل:

نہج البلاغہ کتاب ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات عالیہ کا مجموعہ ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں:

قال وهو يلى غسل رسول الله ﷺ وتجهيز لولا انك امرت بالصبر ونهيت عن الجزع لانفدنا عليك ماء الشؤن ولكان الداء مماطلا والكمد محالفا وقلا لك ولكنه مالايملك رده ولا يستطاع دفعه بابى انت وامى.

[نہج البلاغہ]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (جب وہ آنحضرت ﷺ کے غسل اور کفن دفن میں مصروف تھے) فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور رونے پیٹنے اور واویلا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آپ پر اس قدر روتے کہ آنکھوں کا پانی خشک کر دیتے۔ غم کی بیماری اور جدائی کا صدمہ ہمیں ہمیشہ کے لیے لاحق ہو جاتا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

عزیز بھائیو! یہ ہے اسوہ اہل بیت۔ کوئی ہے؟ جو اس پر عمل پیرا ہو۔

بقیہ: شہادت حسین

شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت حسینؓ کے ساتھ (۷۲) آدمی تھے۔ جو شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ اکیلے رہ گئے اور ابن زیاد کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اس کے قدم اکھاڑ دیے۔ آخر آپ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور شقی القلب سنان بن انس نے آپ کو شہید کر دیا۔ اور سر تن سے جدا کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) حضرت حسینؓ جس روز شہید ہوئے۔ وہ یوم عاشورہ جمعہ کا دن محرم کا مہینہ ۶۱ھ تھا۔ آپ کی عمر ۵۴ سال ۶.۱/۲ ماہ تھی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے تاثرات:۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بارے میں فرماتے ہیں: جس نے بھی حسینؓ کو شہید کیا اور ان کے قتل میں مدد کی یا ان سے راضی ہوا۔ اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ ان کے عذاب کو دور کرے گا اور اس کا عوض قبول کرے گا۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ۴/۴۸۷، بحوالہ المرتضیٰ ابوالحسن علی ندوی ص ۳۷۶)

دوسری جگہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں: سیدنا حسینؓ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے ذریعہ عزت بخشی اور ان کو جن لوگوں نے شہید کیا اور اس میں مدد کی یا اس عمل پر راضی ہوئے۔ ان کو رسوا کیا سیدنا حسینؓ اپنے پیش رو شہدائے اسلام کا نمونہ تھے کیونکہ وہ اور ان کے بھائی دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان دونوں کی تربیت اسلام کے عین عروج کے زمانہ میں ہوئی۔ ان دونوں کی ہجرت، اللہ کے دین کی راہ میں اذیت، اور اس پر صبر کا وہ حصہ نہیں ملا تھا۔ جو ان کے خانوادہ عالی کے دوسرے افراد کو مل چکا تھا اللہ تعالیٰ نے شہادت سے سرفراز کر کے ان دونوں کی عزت و توقیر کو یہاں تک پہنچا دیا۔ ان کے درجات بلند کیے۔ ان کی شہادت ایک انتہائی درد ناک حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مصیبت کے موقع پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۴/۵۱۱ بحوالہ المرتضیٰ ابوالحسن علی ندوی ص ۳۷۶)

مولانا ابوالکلام آزادؒ:

مولانا ابوالکلام آزادؒ حضرت حسینؓ کی شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: تاریخ اسلام میں حضرت حسینؓ کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے محتاج بیان نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی، سیاسی، اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے وہ ان کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے بغیر کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے جس قدر اس حادثہ پر ہیں (انسانیت موت کے دروازے پر ص ۸۹)

معلومات داخلہ برائے سعودی یونیورسٹی

وہ حضرات جنہوں نے پچھلے پانچ سالوں میں ایف اے یا اس کے مساوی یا کسی دینی مدرسہ سے العالیہ کی سند حاصل ہو اور ان کی عمر 23 سال سے زائد نہ ہو یا پچھلے پانچ سالوں میں بی اے کی سند حاصل کی ہو اور عمر 30 سال سے زائد نہ ہو، تو وہ پروفیسر ڈاکٹر رانا خالد مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی پی ایچ ڈی) سابق مترجم مواجہ شریفہ، مسجد نبوی، مدینہ منورہ، چیئرمین ادارہ اشاعت اسلام لاہور۔ سے رابطہ کر کے سعودی یونیورسٹی میں داخلے کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

(رابطہ نمبر: 0306-4476055)

محرم الحرام عزت وحرمت کا مہینہ

مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادیؒ

کتاب وسنت سے عدم واقفیت کی بنا پر بعض احباب کے اذہان میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ محرم الحرام شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مقدس اور محترم ہے، لیکن یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ جس دن سے اللہ عزوجل زمین وآسمان کی تخلیق فرمائی، اس دن سے مہینوں کی تعداد بارہ مقرر فرمائی۔ جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔

[سورۃ التوبہ: آیت ۳۶]

ان چار مہینوں میں سے ایک مہینہ محرم الحرام بھی ہے۔ جس سے سن ہجری کا آغاز ہوتا ہے اور کتاب وسنت میں اس ماہ کو عزت وحرمت کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس ماہ کی فضیلت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افضل الصیام بعد شهر رمضان شهر الله المحرم. کہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد افضل ترین روزے محرم کے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد افضل روزے کون سے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد افضل ترین روزے محرم کے ہیں۔ [صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم ج۱ ص۳۶۸]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود عاشورا کا روزہ رکھے ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کونسا دن ہے؟ جس کا تم روزہ رکھے ہوئے ہو، تو انہوں نے جواب دیا: هذا يوم عظيم انجى الله موسى وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسى شكرا فنحن نصومه. یہ بہت بڑی عظمت کا دن ہے اللہ عزوجل نے اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو (فرعون سے) نجات دی، فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریے کا روزہ رکھا ہم ان کی اقتداء کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فنحن احق واولى بموسى منكم فصام رسول الله ﷺ وامر بصيامه. ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں پھر آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ [صحیح مسلم کتاب الصیام باب صوم یوم عاشورا ج۱ ص ۳۵۹، سنن ابن ماجه كتاب الصيام باب صيام يوم عاشورا ص ۱۲۴]

اس کے ساتھ نویں محرم یا گیارہویں محرم کا بھی روزہ چاہیے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہود ونصاریٰ اس دن کی بڑی تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاذا كان العام المقبل ان شاء الله صمنا اليوم التاسع فلم يأت العام المقبل حتى توفى رسول الله ﷺ. ان شاء اللہ ہم آئندہ سال نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے، آئندہ سال آنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔

[صحيح مسلم كتاب الصيام باب صوم عاشوره ج۱ ص۳۵۹]

پھر عاشورا کے روزہ کے اجر وثواب سے بھی محرم کی عزت وفضیلت عیاں ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صيام يوم عاشورآ احتسب على الله ان يكفر السنة التى قبله. یوم عاشورا کا روزہ، میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ اس روزہ دار کے گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ [صحیح مسلم ج۱ ص ۳۶۷]

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشورا کے روزہ سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: يكفر السنة الماضية. [ایضاً ص ۳۶۸ جلد ۱، ابن ماجہ ص ۱۲۴]

لیکن صد حیف...... کہ اتنی فضیلت، عزت اور حرمت والے مہینے (محرم الحرام) کو مجالس عزا، نوحہ وماتم، سیاہ کپڑوں اور زنجیر زنی کی نظر کر دیا گیا انا لله وانا اليه راجعون.

قارئین محترم! ہمارے علم وعقیدہ کے مطابق حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما مسلمانوں کے سردار، سبط رسول ﷺ، جگر گوشہ بتول رضی اللہ عنہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔

عبادت، سخاوت اور شجاعت جیسے اوصاف سے متصف تھے، ان کی شہادت کا المیہ ایک عظیم سانحہ ہے ان کے اعزہ واقارب اور معصوم بچوں کے ناحق خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرنے والے بلاشبہ ظالم ہیں، ملتِ اسلامیہ میں اس واقعہ فاجعہ پر جتنا بھی غم واندوہ کا اظہار کیا جائے بہت کم ہے لیکن جس انداز سے مروجہ غم واندوہ کا اظہار کیا جا رہا ہے اس سے بناوٹ اور تصنع کا پہلو اجاگر ہوتا ہے، جو صاحب شریعت، ان کے جانثاروں کے علاوہ ائمہ اہل بیت کے نزدیک بھی مستحسن نہیں، اس ضمن میں علی الترتیب اختصاراً چند سطور پیش خدمت ہیں، اللہ کریم عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رسول کریم ﷺ نے غم واندوہ کی حدود کو اس طرح متعین فرمایا کہ ماکان من القلب والعین فمن اللہ وماکان من الید واللسان فمن الشیطان. یعنی غم واندوہ کا اظہار دل کی پریشانی اور آنکھ کے آنسوؤں سے جائز ہے لیکن ہاتھ کی حرکت اور زبان کی آہ وفغانی کارشیطان میں شامل ہے۔ دوسرے مقام پر اس کی وضاحت یوں بیان فرمائی کہ: لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوۃ الجاھلیۃ. جو شخص مصیبت میں رخسار پیٹے، کپڑے پھاڑے اور دور جاہلیت کے بول بولے ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ [صحیح بخاری کتاب الجنائز ج۱ ص ۱۷۲، ص ۱۷۳، صحیح مسلم کتاب الایمان ج۱ ص ۷۰]

بلکہ ان فرامین کی روشنی میں اپنے اسوہ حسنہ کو بھی کائنات کے سامنے رکھا۔ آپ ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال پر ملال ہوا تو آپ ﷺ نے غم واندوہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا مایرضی ربنا وانا بفراقک یاابراھیم لمحزون. آنکھ آنسوؤں سے تر ہے اور دل حزن وملال سے بھرپور ہے لیکن زبان پر وہی کلمہ آئے گا جو رضائے الٰہی کا موجب ہو، اے ابراہیم تیری جدائی انتہائی غمناک ہے۔ [صحیح بخاری کتاب الجنائز ج۱ ص ۱۷٤، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمتہ ﷺ علی الصبیان ج۲ ص ۲۵٤]

نیز رسول اللہ ﷺ اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بایں الفاظ وصیت کی تھی: اے فاطمہ جب میری وفات ہو جائے تو میری موت پر اپنا چہرہ نہ پیٹنا، بال نہ کھولنا، نہ بالوں کو نوچنا، نوحہ وماتم نہ خود کرنا اور نہ ہی نوحہ گروں کو بلانا، آہ وفغان قطعاً نہ کرنا، صبر کرنا اور گریہ زاری مت کرنا [ترجمہ از حیات القلوب وجلاء العیون]

چنانچہ اس باب سے متعلق کتاب احادیث کے ذخیرہ میں امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین مقدس اس قدر ہیں یہاں ان کی تحریر کی گنجائش نہیں۔ شیعہ کتب میں بھی اس باب سے متعلق واضح ثبوت ہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر فرمایا تھا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ ﷺ کی وفات سے وہ برکات ختم ہوگئیں جو کسی غیر کی وفات سے ختم نہ ہوسکتی تھیں، آپ ﷺ سے نبوت بھی ختم ہوگئی اور آسمانی خبریں بھی ختم ہوگئیں لو لا انک امرت بالصبر ونھیت عن الجزع لا نفذنا علیک ماء الشؤن. اگر آپ ﷺ نے صبر کی تلقین نہ کی ہوتی اور جزع فزع سے نہ منع کیا ہوتا تو ہم اپنی آنکھوں کا پانی رو رو کر ختم کر دیتے۔ [نہج البلاغہ مطبوعہ تبریز ص ۲۰۵، مطبوعہ مصر ج۳ ص ۲۵٦]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: وعلیکم بالصبر فان الصبر من الایمان کالرأس من الجسد ولا خیر فی جسد لارأس معہ ولا فی ایمان لاصبر معہ. صبر اختیار کرو، کیونکہ صبر کا تعلق ایمان کے ساتھ ہی ہے جیسا کہ سر کا تعلق جسم کے ساتھ ہے: جس طرح سر جانے کے بعد بدن بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح بے صبری سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ [فروع کافی کتاب الایمان والکفر باب الصبر، ونہج البلاغہ ج۳ ص ۱٦۸] اور اصول کافی میں ہے:

لا ایمان لمن لا صبر لہ. جس کا صبر نہیں اس کا ایمان نہیں۔ [ص ۴۱۰]

حضرت حسین رضی اللہ کی آخری وصیت کے الفاظ یہ ہیں: میں آپ سب کو وصیت کرتا ہوں کہ جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے غم میں گریبان نہ پھاڑنا، منہ پر طمانچے نہ مارنا اور نہ ہی سینہ کوبی کرنا، [ذبح عظیم ص ۲۳۸، اعلام الوری باعلام الھدی مطبوعہ ایران ص ۲۳٦]

امام جعفر صادق " قرآن مجید کی آیت: ولا یعصینک فی معروف. [الممتحنۃ: ۱۲] کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ معروف یہ ہے وہ عورتیں اپنے کپڑوں کو میت پر نہ پھاڑیں، نہ اپنے چہروں کو پیٹیں، نہ واویلا کریں، نہ میت کے پیچھے قبر تک جائیں، نہ کپڑے کالے کریں اور نہ اپنے بالوں کو بکھیریں۔ [فروع کافی ج۲ ص ۲۲۸]

اور زیر آیت مذکورہ تفسیر قمی میں ہے:

ولا تلطمن خدا ولا تخمشن وجھا ولا تنتفن شعرا ولا تحزقن جیبا ولا تسودن ثوبا ولا تدعون بالویل والثبور. کسی کی موت پر رخسار نہ پیٹو، نہ چہرہ نوچو، نہ بال اکھاڑو، نہ

کپڑے پھاڑو، نہ کپڑے سیاہ کرو اور نہ ہی بین اور ہائے وائے کرو۔

فروع کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کا کہنا مانے گا اللہ کریم اسے الٹا کر کے جہنم میں ڈالے گا، حاضرین نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کس معاملے میں بیوی کا کہنا ماننے پر سزا دی جائے گی، فرمایا:

ان تطلب الذهاب الى العرسات والنياحة والثياب الرقاق. جو شخص اپنی بیوی کو عرسوں اور ماتمی مجالس میں جانے اور باریک کپڑے پہننے کی اجازت دیتا ہے یہ سزا اس شخص کے لیے ہے۔[فروع کافی مطبوعه نولکشور ص ۲۲۳ جلد دوم]

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے نوحہ کی مجلس قائم کی، بال بکھیرے، چہرے اور سینے کو پیٹا، وہ صبر کو چھوڑ کر غیر اسلامی راہ پر چل پڑا، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے اعمال ضائع کر دیتا ہے۔[فروع کافی مطبوعہ نولکشور ص ۱۲۱ جلد دوم]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نهى رسول الله ﷺ عن النياحة والاستماع اليها. نبی کریم ﷺ نے نوحہ کرنے اور نوحہ سننے سے منع فرمایا۔[من لا يحضره الفقيه]

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ: لعن رسول الله ﷺ النائحة و المستمعة. کہ رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت فرمائی۔[ابوداود ص ۴۴۶ ج ۲]

اور قبر کی شبیہ سے متعلق شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ:

قال الصادق كل ماجعل على القبر من غير تراب القبر فهو ثقل على الميت. قبر پر، قبر کی اصل مٹی کے علاوہ بنائی گئی ہر چیز صاحب قبر پر بوجھ ہوتی ہے۔[من لا يحضره الفقيه ص ۴۹]

مذکورہ کتاب کے ص ۵۰ پر یہ روایت بھی موجود ہے: من جدد قبرا او مثل مثالا فقد خرج من الاسلام. جس نے قبر کو نیا بنایا "یا" اس کا نمونہ بنایا، بلاشبہ وہ اسلام سے خارج ہو گیا اور سیاہ لباس کے متعلق امام جعفر صادق " فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو تعلیم دی کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ یہ فرعونیوں کا لباس ہے۔

[من لا يحضره الفقيه ص ۸۱]

اللہ کریم عزوجل کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں کتاب وسنت اور ائمہ اہل بیت کے فرامین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

بقیہ تفسیر سورۃ النساء

نماز قصر کی مدت:

نماز قصر کی مدت کے متعلق سلف کا اختلاف ہے اور اس کی وجہ کسی واضح روایت کا نہ ہونا ہے، اسی لیے احتیاط اسی میں ہے کہ یقین کے ساتھ تین یا چار دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز قصر کی جائے، اگر یہ ارادہ نہ ہو تو پھر نماز مکمل پڑھی جائے گی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارادۂ تین یا چار دن مکہ میں قیام کیا تھا تو آپ ﷺ نماز قصر کرتے کیونکہ آپ چار ذی الحجہ کو مکۃ المکرمۃ پہنچے اور آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کا یہ قیام بالجزم تھا تو آپ ﷺ نے نماز قصر کی تردد کی حالت میں نماز قصر ہی ادا کی جائے گی جب تک حالت تبدیل نہ ہو جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ میں انیس دن قیام کے باوجود اور تبوک میں بیس دن قیام کے باوجود نمازیں قصر کیں۔[بخاری کتاب تقصير الصلوة باب ماجاء فى التقصير ج 6 ص 149 رقم الحديث 1080 ارواء الغليل ج 3 ص 23 رقم الحديث 574 ابوداود كتاب الصلاة باب اذا اقام بارض العدو يقصر ص 210 رقم الحديث 1235]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ آذربائیجان میں تھے، برف کی بنا پر راستے مسدود ہو گئے اور وہ چھ ماہ تک نماز قصر ہی ادا کرتے رہے۔[بيهقى كتاب الصلاة باب من قال يقصر ابدا ج 3 ص 216 رقم الحديث 5476]

ابن بازؒ:

جمہور اہل علم کے نزدیک اگر مسافر کسی شہر میں چار دن سے زائد قیام کا ارادہ کرے تو نماز مکمل پڑھے اور اگر اس سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز قصر کرے یہی اس کے لیے افضل ہے اگر وہ مکمل پڑھنا چاہے تو بھی جائز ہے۔

اخذ شدہ مسائل:

(۱) دوران سفر حالت خوف میں نمازیں قصر کرنا قرآن مجید اور حالت امن میں قصر سنت رسول سے ثابت ہے۔

(۲) نماز قصر اللہ کی طرف سے صدقہ ہے اسی لیے دوران سفر قصر کی ادائیگی افضل ہے۔ (۳) نماز سفر و حضر کی ابتداء میں دو رکعتیں فرض کی گئیں بعد میں حضر کی نماز چار رکعتیں کر دی گئیں۔

(۴) کافر اہل ایمان کے کھلے دشمن ہیں (۵) اگر قیام کی مدت یقینی طور پر چار دن ہو تو پھر نماز قصر ادا کی جائے گی اور حالت تردد میں دوران قیام نمازیں قصر ہی ادا کی جائے گی۔

اسلامی سال کا آغاز ماہ محرم سے ہی کیوں؟

مولانا عبداللطیف حلیم

ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهرا في كتب الله يوم خلق السموت والارض منها اربعة حرم (التوبة: ٣٦)
آسمان وزمین کی پیدائش کے دن سے لے کر اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے ان میں سے چار انتہائی احترام وحرمت کے لائق ہیں۔ یعنی رجب، ذی القعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔

ماہ محرم کی فضیلت: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم۔ اللہ مالک الملک کے ہاں ماہ رمضان کے روزوں کے بعد افضل ترین روزے ماہ محرم کے ہیں۔ جو اللہ کا مہینہ ہے (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم) ماہ محرم کو اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ ۱۰ محرم کے روزہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وصيام عاشوراء احتسب على الله ان يكفر السنة التي قبله۔ عاشورا کے روزے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گزرے ہوئے ایک سال کے لیے کفارہ بنادے (صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلثہ ایام) یہاں یہ بات یاد رہے کہ ماہ محرم کی یہ فضیلت اليوم اكملت لكم دينكم کہ آج کے دن تمہارا دین میں نے مکمل کر دیا۔ کے نزول سے پہلے ہی ثابت ہے اور سانحہ حسینؓ سے اس فضیلت کا کوئی تعلق نہیں۔

سن اسلام کی ابتدا محرم سے کیوں؟: ہر اسلامی سال جب ابتدا کرتا ہے تو اس میں ایک ایسی یاد پنہاں ہے جسے اسلام میں بہت فضیلت حاصل ہے اس سن کا آغاز ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اس واقعہ اور قربانی کی یاد دلاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا گھر بار اللہ کے دین کے لیے قربان کرتے ہوئے مدینہ کا رخ کیا۔ محرم کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ اس لیے قرار دیا گیا کہ: ان ابا موسى كتب الى عمر انه ياتينا منك كتب ليس لها تاريخ فجمع عمر الناس فقال بعضهم ارخ بالمبعث وبعضهم ارخ بالهجرة فقال عمر الهجرة فرقت بين الحق والباطل فارخوا بها وذلك سنة سبع عشرة (فتح الباری ۷/ ۳۴۲ کتاب مناقب الانصار باب التاريخ من اين ارخوا التاريخ؟) ۱۷ھ میں ابوموسیٰ اشعریؓ نے عمرؓ کی طرف خط لکھا۔ کہ آپ کے پاس سے ہمارے ہاں جو خط وغیرہ آتے ہیں ان پر تاریخ درج نہیں ہوتی عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ نبوت کے سال اور بعض نے ہجرت کے سال سے اس تاریخ کا آغاز کرنے کا مشورہ دیا۔ عمرؓ نے فرمایا: ہجرت حق اور باطل میں فرق کرتی ہے لہذا اسی سال سے تاریخ اسلامی کا آغاز کر دیا گیا۔ پھر مہینوں میں اختلاف ہوا۔ چونکہ ذوالحجہ کے آخر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا منصوبہ طے کر لیا گیا تھا اور اسکے بعد جو چاند طلوع ہوا وہ محرم کا تھا۔ بالاتفاق محرم کو سن اسلامی کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔ یہ اسلامی سال رسول اللہ ﷺ کے اس واقعہ کی یاد تازہ کرتا ہے جب کوئی مسلمان اتنا مجبور ہو جائے کہ اسے دین الٰہی کی وجہ سے ہر طرف سے مصائب اور آلام گھیر لیں بستی کے لوگ اس کے دین کی وجہ سے اس کے دشمن بن جائیں قریبی رشتہ دار بھی اس کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیں اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے تو کفر و باطل سے سمجھوتہ کرنے کی بجائے دین اسلام کی آبیاری کے لیے اور اپنے دین کی تبلیغ کے لیے ایسی بستی کو الوداع کہہ کر وہاں سے ہجرت کر جائے۔ کہ اسلام میں ہجرت کی بہت ہی اہمیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان الهجرة تهدم ما كان قبلها (صحيح مسلم كتاب الايمان باب كون الاسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج حديث: ۱۲۱) ہجرت پہلے تمام کے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ ہجرت کی فضیلت میں ایک یہ واقعہ اس کی فضیلت کو مزید واضح کرتا ہے ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں: کہ جب ہمیں رسول کریم ﷺ کی ہجرت کے متعلق خبر ملی تو ہم یمن میں تھے۔ ہم تقریباً ۵۳ لوگ تھے ہم بھی آپ کی خدمت میں ہجرت کی نیت سے نکل پڑے۔ ہم کشتی پر سوار ہوئے لیکن ہماری کشتی نے ہمیں نجاشی کے ملک حبشہ میں لا ڈالا۔ وہاں ہماری ملاقات جعفر بن ابی طالبؓ سے ہو گئی جو پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ جب ہم نے وہاں سے مدینہ کی طرف کوچ کیا تو آپ ﷺ خیبر فتح کر چکے تھے کچھ لوگ ہم سے کہنے لگے ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے۔ اسماء بنت عمیسؓ بھی ہمارے ساتھ تھیں یہ ام المؤمنین حفصہؓ کی خدمت میں حاضر

ہوئیں۔ عمرؓ بھی حفصہؓ کے گھر پہنچے۔ اس وقت اسماء بنت عمیسؓ وہیں تھیں۔ عمرؓ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ ام المؤمنین نے بتایا کہ یہ اسماء بنت عمیسؓ ہیں۔ عمرؓ فرمانے لگے اچھا وہی جو حبشہ سے بحری سفر کر کے آئی ہیں۔ اسماءؓ نے کہا جی ہاں! عمرؓ فرمانے لگے ہم تم لوگوں سے ہجرت میں آگے ہیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ سے ہم تمہارے مقابلے میں زیادہ قریب ہیں۔ اسماءؓ اس پر بہت غصے ہوگئیں اور کہا ہرگز نہیں اللہ کی قسم تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے ہو تم میں جو بھوکے ہوتے تھے اسے آپ کھانا کھلاتے تھے اور جو ناواقف ہوتے اسے آپ نصیحت کیا کرتے تھے لیکن ہم بہت دور حبشہ میں غیروں اور دشمنوں کے ملک میں رہتے تھے۔ یہ سب کچھ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے برداشت کیا۔ پھر جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا: کہ وہ تم سے زیادہ مجھ سے قریب نہیں ہیں۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو صرف ایک ہجرت حاصل ہوئی اور تم کشتی والوں نے دو ہجرتوں کا شرف حاصل کیا انہوں نے بیان کیا کہ اس واقعہ کے بعد ابوموسیٰ اشعری اور تمام کشتی والے میرے پاس گروہ در گروہ آنے لگے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھنے لگے ان کے لیے دنیا میں رسول مکرم ﷺ کے ان کے متعلق اس ارشاد سے زیادہ خوش کن اور عظمت والی کوئی بات نہ تھی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر حدیث: ۴۲۳۰)

اس واقعہ میں بھی ہجرت کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے چونکہ صحابہ کے نزدیک اور بطور خاص عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے کی فضیلت رسول ﷺ کی زبان اقدس سے سن رکھی تھی۔ اس لیے سب نے محرم کے مہینے کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دیا جو کہ ہجری سن کہلاتا ہے جس کا تعلق نہ آپ کی پیدائش سے ہے اور نہ وفات سے ہے۔ کسی کی پیدائش کو یادگار بنانا عیسائیوں کا مذہب ہے اور کسی کی وفات کو یادگار قرار دینا رافضیوں کا طریقہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود صحابہ میں یہ عقیدہ بیان کر دیا۔ مغیرہ بن شعبہؓ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے دور میں سورج گرہن ہوا جس دن ابراہیم لخت جگر رسول کریم ﷺ فوت ہوئے تو صحابہ کہنے لگے: کسفت الشمس لموت ابراھیم ۔سورج تو ابراہیمؓ کی موت پر گرہن لگا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان الشمس والقمر لاینکسفان لموت احدولا لحیاتہ کہ سورج اور چاند کو بھلا کسی کی موت وحیات سے کیا سروکار ہے۔ یہ تو اللہ کی آیات میں دو نشانیاں ہیں۔ جب تم انہیں گرہن لگا دیکھو تو جلدی سے نماز کسوف پڑھو۔ (صحیح بخاری کتاب الکسوف باب ھل یقول کسفت الشمس او خسفت حدیث: ۱۰۴۷)

ابوبکر صدیقؓ نے وفات رسول اللہ ﷺ کے موقع پر اس عقیدہ کو ہی واضح کیا، فرمایا: امابعد من کان منکم یعبد محمدا ﷺ فان محمدا قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حیی لایموت جو تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا یقین کرلے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یقین کرلے کہ اللہ ہمیشہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ حدیث: ۴۴۵۴) بتانا یہ مقصود تھا: قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (الانعام: ۱۶۲) واقعہ ہجرت اور ماہ محرم تو ہمیں درس دیتا ہے کہ اپنی نماز، قربانی، زندگی اور موت ہر ہر لحہ اللہ رب العالمین کے نام کر دو۔ کہ اسلام میں جو حیثیت قربانی کو حاصل ہے کسی چیز کو نہیں۔ زندگی میں مال خرچ کرنا اور موت شہادت کی صورت میں اختیار کرنا یہ تو اعزاز جنت ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ (التوبۃ: ۱۱۱) اللہ تعالیٰ نے یقیناً مومنوں سے ان کے نفسوں اور مالوں کا سودا کر کے ان کے لیے جنت تیار کر دی ہے۔ گویا ماہ محرم تو ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں ہمہ وقت سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہنا چاہیے۔ اگر کبھی جان کی بازی لگانا پڑ جائے تو اسے اعزاز سمجھ کر اللہ کے راستے میں خون کی ندیاں بہا دینی چاہییں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر بار چھوڑا، قربانیاں دیں پتھر کھائے، اپنے صحابہ کو نیزوں اور تلواروں کے سائے میں خون میں نہاتے دیکھا اور خواہش یہ تھی فرمایا: والذی نفسی بیدہ لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تو پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر جام شہادت نوش کروں۔ پھر زندگی بخشی جائے پھر راہ باری تعالیٰ میں جان کو قربان کر دوں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر اپنے رب کے حضور جان کا نذرانہ پیش کر دوں۔ یہی وہ جذبات تھے کہ جنہیں صحابہ کرامؓ نے رسول کریم ﷺ کی زبان اقدس سے سنا تھا انہی اسباب کی بنیاد پر ماہ محرم کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا کہ جو رسول مکرم ﷺ کے مکہ شہر کو اللہ کے لیے الوداع کہنے اور واقعہ ہجرت کی یاد تازہ کرتا ہے بالاتفاق سب نے اسی مہینہ کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ تسلیم کیا ہے اس لیے کہ اس کی یاد میں ایسے جذبات شامل تھے جو خالصتاً اللہ کے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر قربانی دینے کا درس دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق عقیدہ عطا فرمائے اور اسی کے مطابق عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین۔ ☆......☆......☆

شہادت حسین رضی اللہ عنہ

عبدالرشید عراقی

خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلافت اسلامیہ کے خلیفہ منتخب ہوئے اور یہ واقعہ ۲۴، ذی الحجہ ۳۵ھ کا ہے۔ جب آپ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو اس وقت مدینہ منورہ کے حالات بہت زیادہ خراب ہو چکے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے اور مدینہ میں باغیوں نے دہشت پھیلا رکھی تھی۔ بہرحال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالا۔

مرکز خلافت کا کوفہ منتقل ہونا:

آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق سلطنت اسلامیہ کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر بن خطاب خلیفہ بنے۔ حضرت عمر فاروق کے بعد حضرت عثمان بن عفان تیسرے خلیفہ منتخب ہوئے اور حضرت عثمان کی شہادت تک مدینہ منورہ سلطنت اسلامیہ کا پایہ تخت رہا۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی نے مدینہ منورہ کو کیوں چھوڑا مدینہ منورہ ان کا محبوب شہر تھا اور رسول اللہ ﷺ کا دارالہجرت اور مدفن مبارک تھا۔ مؤرخین نے اس بارے میں جو لکھا ہے ان کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے مدینہ منورہ کے حالات بہت زیادہ خراب ہو گئے تھے! اندرونی خلفشار شروع ہو چکا تھا۔ اور حالات کے رخ سے پتہ چل رہا تھا کہ ایسا ہوگا۔ لہٰذا مسجد نبوی حرم ثانی اور آرام گاہ رسول اکرم ﷺ کے ادب کا تقاضا تھا کہ وہ کسی فتنہ کا مرکز نہ بنے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہی مناسب سمجھا کہ مدینہ سے دارالخلافہ کوفہ (عراق) منتقل کر دیا جائے۔ مدینہ سے دارالخلافہ کوفہ منتقل ہونے کی جو توجیہہ مشہور مصری مؤرخ علامہ عباس محمود العقاد نے پیش کی ہے وہ بہت عمدہ ٹھوس اور اس وقت کے حالات کے عین مطابق علامہ العقاد لکھتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عالمی ریاست کا مرکز کوفہ کو بنایا وہ مصلحت وضرورت کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ اسلامی سلطنت اس وقت جس مرحلہ میں تھی۔ اس میں ضرورت تھی کہ مرکز ایسے مقام پر ہو جہاں تمام قومیں آ کر ملتی ہوں۔ اور ہندو فارس و یمن، عراق و شام کی باہمی تجارتوں کے لیے مشترکہ گزرگاہ ہیں چنانچہ کوفہ ثقافتی پایہ تخت بھی تھا جہاں کتابت زبان قراءت اور انساب اور فنون شعر و داستان گوئی اس زمانہ میں کمال کے درجہ میں تھا اور یہ مقام اس وقت کے لحاظ سے دارالخلافہ بننے کی تمام خصوصیات رکھتا تھا (العبقریات الاسلامیہ بحوالہ المرتضیٰ ابوالحسن علی ندوی ص ۲۳۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

صحیح روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو صبح صادق کے وقت کوفہ میں عبدالرحمان بن ملجم کے ہاتھوں شہید ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی اور مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ تھی آپ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور کوفہ کے دارالامارۃ میں سپرد خاک کیے گئے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے لیکن ۶ ماہ بعد آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو اس وقت شام کے گورنر تھے ان کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے دستبرداری کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب وہ خلیفہ منتخب ہوئے تھے قصاص عثمان کا مطالبہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اس وجہ سے نہ کی کہ پہلے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ طے ہو جائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس وقت حالات بہت زیادہ خراب ہیں مدینہ پر باغیوں نے قبضہ کر رکھا ہے جب حالات درست ہو جائیں تو قصاص عثمان کا معاملہ طے ہو جائے گا لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بضد تھے کہ پہلے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ طے ہو پھر میں بیعت کروں گا آخر اس معاملہ نے طول پکڑا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ کے مابین معرکہ صفین بھی ہوا۔ جس میں دونوں طرف سے بے شمار مسلمان شہید ہوئے آخر دونوں (حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما) کے مابین صلح ہو گئی شام کے علاقہ کے والی امیر معاویہ بن گئے اور حجاز وغیرہ علاقہ کے والی حضرت علی بن گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے لیکن ۶ ماہ بعد آپ خلافت سے دستبردار ہو گئے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "خلافت میرے بعد ۳۰ سال رہے گی" چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کے حق ربیع الاول ۴۱ھ میں دستبردار ہوئے اور آنحضرت

ﷺ کی رحلت سے اس دن تک ۳۰ سال پورے ہوتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ۱۶/۸)

آنحضرت ﷺ نے یہ پیشین گوئی بھی فرمائی تھی کہ ''میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ عنہ) سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا (مستدرک حاکم)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس پیشین گوئی کی عملی تصدیق فرمائی۔ دستبرداری کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور آخری لمحہ حیات تک اپنے جد بزرگوار کے جوار میں خاموشی وسکون کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ۵۰ھ میں ۴۷ سال کی عمر میں انتقال کیا آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی زہر آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے کسی وجہ سے دے دیا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

حضرت امیر معاویہؓ کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے۔ عرب کا عزم وجزم، عقل وتدبیر پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہو چکا تھا۔ ان کی پوری زندگی امارت حکومت میں بسر ہوئی۔ حضرت حسنؓ سے صلح کے بعد سارے عالم اسلامی کے مسلم خلیفہ ہو گئے۔ ۶۰ھ میں آپ نے وفات پائی ان کی مدت حکومت ۱۹ سال ۳ ماہ تھی۔ امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ امیر معاویہؓ کے اس اقدام کو بعض اہل بصیرت نے اچھا نہ سمجھا۔ اور جن حضرات نے اعلانیہ تنقید کی ان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ پیش پیش تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ایک دن یزید کو بلا کر یہ وصیت کی کہ سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے۔ اس میں حسین بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمان بن ابی بکرؓ، اور عبداللہ بن زبیرؓ، کے علاوہ اور کوئی حریف نہیں ہے۔ لیکن عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ نہیں، انہیں زہد وعبادت کے علاوہ اور کسی چیز سے واسطہ نہیں ہے۔ اس لیے عامۃ المسلمین کی بیعت کے بعد ان کو بھی کوئی عذر نہیں ہوگا۔ عبدالرحمان بن ابی بکرؓ میں کوئی ذاتی ہمت اور حوصلہ نہیں ہے۔ جو ان کے ساتھی کریں۔ اسکے وہ بھی پیرو ہو جائیں گے۔ البتہ حسین بن علی بن ابی طالبؓ کی جانب سے خطرہ ہے ان کو عراق والے تمہارے مقابلہ میں لا کر چھوڑیں گے۔ اس لیے جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں تو تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے۔ تو درگزر سے کام لینا کیونکہ وہ قرابت دار اور رسول اللہ ﷺ کے عزیز ہیں۔ البتہ جو شخص لومڑی کی طرح کاوادے کر شیر کی طرح حملہ آور ہوگا۔ وہ عبداللہ بن زبیرؓ ہے۔ اس لیے اگر وہ صلح کریں۔ تو صلح کر لینا۔ ورنہ موقع اور قابو پانے کے بعد ان کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ان کے ٹکڑے کر ڈالنا۔ (سیر الصحابہ: ۶/ ۷۳)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ:

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ، ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے رسول اللہ ﷺ نے شہد چٹایا اور ان کے ذہن پاک کو اپنی زبان بابرکت سے ترکیا اور ان کو دعائیں دیں اور حسین رضی اللہ عنہ نام رکھا آپ کا جسم پاک رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کے مشابہ تھا۔ رحلت نبوی ﷺ کے وقت (جو ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر ساڑھے چھ سال کی تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔ نماز، روزہ، اور حج کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ آپ بہت زیادہ متواضع اور سخی تھے۔ سکینت اور وقار آپ کا خاص وصف تھا مالی معیشت سے ہمیشہ فارغ البال رہے۔ آپ بہت زیادہ قوی اور بہادر تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں شرکت فرمائی تھی جس میں ۵۱ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا تھا۔ اس حملہ میں یزید بن معاویہؒ بھی تھے۔

(البدایہ والنہایہ ۱۵۱/۸)

حادثہ کربلا:

رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ نے وفات پائی اور یزید بن معاویہؒ اسلامی سلطنت کے خلیفہ بن گئے۔ امیر معاویہؓ اپنی زندگی میں یزید کی بیعت لے چکے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے جب امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر مدینہ پہنچی تو گورنر مدینہ ولید بن عتبہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ گورنر ہاؤس پہنچے تو گورنر نے آپ کو امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر سنا کر یزید کی بیعت کے لیے کہا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تعزیت کے بعد گورنر مدینہ کے سامنے یہ عذر کیا کہ: میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ میرے لیے خفیہ بیعت کرنا زیبا ہے۔ جب تم عام بیعت کے لیے لوگوں کو بلاؤ گے تو میں بھی آ جاؤں گا۔ اور عام مسلمان جو حکومت اختیار کریں گے اس میں مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ گورنر مدینہ ولید بن عتبہ بزم خو اور صلح پسند آدمی تھا۔ اس لیے رضامند ہو گیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ واپس اپنے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جس دن ولید سے ملے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ سے مکہ معظمہ چلے گئے۔

(بقیہ ص: 12)

WEEKLY LAHORE
TANZEEM AHL-E-HADITH

فون مدیر مسئول (042) 5854010
فون مدیر اعلیٰ (042) 6581025 تنظیم اہلحدیث

C.P.L - 104

پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ   سلف صالحین کے طریق کی علمبردار

جامعہ اھلحدیث لاھور

اعلان داخلہ

بانیان

مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب اسلام حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

سعودی یونیورسٹیوں کے ساتھ الحاق اور ان میں داخلے کا سنہری مواقع

شعبہ جات

1 درس نظامی 2 تحفیظ القرآن الکریم 3 وفاق المدارس السلفیہ 4 دارالافتاء 5 تصنیف وتالیف

6 دعوت وارشاد 7 فن مناظرہ 8 کمپیوٹر لیب 9 علاوہ ازیں بی اے تک عصری تعلیم لازمی ہے۔

خصوصیات

❋ 28 قابل محنتی اور تجربہ کار اساتذہ کرام کی زیرنگرانی ❋ اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے طلبہ کو عربی زبان میں تقریر وتحریر کی تربیت

❋ وفاق المدارس السلفیہ سے الحاق اور اس کی تیاری کا بندوبست ❋ فاضل عربی کی تیاری ❋ فن مناظرہ میں طلبہ کی خصوصی ٹریننگ

❋ طلبہ کی تحریری تربیت کے لیے جامعہ کے ہفت روزہ "تنظیم اہل حدیث" میں مضامین کی اشاعت ... تقریری مقابلہ

❋ طلبہ کے قیام وطعام اور علاج معالجہ کا معقول انتظام

خوشخبری

اس سال جامعہ ہذا میں باقاعدہ شعبہ تجوید کا آغاز کر دیا گیا ہے

اس میں حفاظ کرام طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا اور آخر میں تجوید کی سند بھی دی جائے گی

شرائط داخلہ

طالب علم کم از کم مڈل پاس ہو   حافظ قرآن اور اردو پڑھ لکھ سکتا ہو

داخلہ کے وقت ہر طالب علم اپنے سرپرست یا والد کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ضرور ہمراہ لائے

الداعی الی الخیر

حافظ عبدالغفار روپڑی ناظم اعلیٰ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور

0345-7656730   0423-7656730